اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

کے مصداق بنو

(فرمودہ ۲/ نومبر ۱۹۲۸ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی ایک صفت بیان فرمائی ہے۔ اس صفت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا اور ایسا عمل کیا کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ لیکن تعجب آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے صحابہ کے بعد مسلمانوں سے وہ صفت بالکل اُڑ گئی اور میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تک وہ ہماری جماعت میں بھی پوری طرح قائم نہیں ہوئی۔ بعض صفات ایسی ہوتی ہیں جو قدرتاً ہر نیک آدمی میں پائی جاتی ہیں اور ان میں کسی خاص قوم یا مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی خصوصیت نہیں ہوتی۔ وہ بھی بے شک اپنی ذات میں اچھی ہوتی ہیں اور ان کے حصول کے لئے بھی کوشش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن یہ صفت جس کا میں ذکر کر رہا ہوں اس کے متعلق تقریباً تمام الہامی کتب میں پیشگوئیاں موجود ہیں اور قرآن کریم نے بھی اس کو بطور پیشگوئی کے ہی ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ماننے والے اس قسم کی خصوصیات اپنے اندر رکھتے ہوں گے۔ اور وہ صفت یہ ہے کہ آپ کے ماننے والے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (الفتح ۳۰) پر عمل کرنے والے ہوں گے۔ یعنی وہ لوگ رسول کریم ﷺ کو نہ ماننے والوں کے مقابلہ میں تو بہت سخت ہوں گے لیکن جو ماننے والے ہوں گے ان کے ساتھ ان کا معاملہ بہت ہی رحم کا ہوگا۔ یعنی ایک طرف تو وہ غیرت میں اس قدر بڑھے ہوئے ہوں گے کہ دین کے خلاف سننا برداشت ہی نہیں کر سکیں گے اور دوسری طرف محبت میں اتنا بڑھے ہوئے ہوں گے کہ اپنے بھائیوں کا کوئی قصور انہیں نظر ہی نہیں آئے گا۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ آپس میں ان کی کبھی شکر رنجی ہوگی ہی نہیں یہ ناممکن ہے اور یہ بات علم غیب سے تعلق رکھتی ہے۔ اور علم غیب نہ سب لوگوں کو حاصل ہو سکتا ہے اور نہ سب لوگ شکر رنجی سے آزاد ہو سکتے ہیں۔ جو بات بری ہے وہ اس حالت کی شدت ہے۔ یعنی معمولی شکر رنجی کی بات کو اس طرح چلانا کہ گویا زمین و آسمان کے قیام کا مدار اسی ایک بات پر ہے۔ شکر رنجی تو بڑے بڑے لوگوں میں بھی ہو جاتی ہے خود رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں شکر رنجی ہوگئی اور حضرت عمرؓ کی طبیعت چونکہ تیز تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ قدرتاً ان سے زیادہ تیزی ظاہر ہوتی لیکن اس جھگڑے کے بعد حضرت ابوبکرؓ اس بات کو بالکل دل سے نکال کر رسول کریم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوگئے اور حضرت عمرؓ کو جب محسوس ہؤا کہ آپ غلطی پر ہیں تو وہ بھی حضورؐ کی مجلس میں دوڑے ہوئے آئے اور چاہا کہ رسول کریم ﷺ کے سامنے اپنی براءت کریں۔ رسول مقبول ﷺ نے آپ کے فعل کو ناپسند فرمایا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی سفارش کی۔ [1] گویا جب رسول کریم ﷺ حضرت عمرؓ پر ناراض ہونے لگے تو اس بات کا سب سے زیادہ دکھ حضرت ابوبکرؓ کو ہی ہؤا اور یہ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی مثال ہے۔ گویا جس طرح ایک ماں اپنے بچے کے متعلق اس کے استاد کو کہتی ہے کہ یہ بہت شریر ہے اسے خوب مارو لیکن جب وہ مارتا ہے تو سب سے زیادہ دکھ بھی ماں کو ہی ہوتا ہے۔ یہی مثال صحابہ کی تھی اور اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی صفت ان میں کمال درجہ پر تھی۔ وہ لوگ جو برسوں دشمنوں کے مقابل میں اپنی جانیں قربان کرتے رہے۔ جن کے دل بہادری سے پُر تھے اور جن میں قوت برداشت اس قدر زیادہ تھی کہ شدید ترین زخموں کی حالت میں بھی اپنے نفس سے بے خبر ہوتے تھے۔ ایک صحابی کی جنگ احد میں دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں بلکہ ان کا تمام دھڑ تلوار سے چرا ہؤا تھا۔ ان کا ایک رشتہ دار ان کو بہت تلاش کرنے کے بعد ان تک پہنچا اب ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں انسان کو کس قدر مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ان میں برداشت کی طاقت اس حالت میں بھی اس قدر تھی کہ جب وہ رشتہ دار تیمارداری کی فکر کرنے لگا تو انہوں نے کہا کہ ان باتوں کو چھوڑ دو اور میرے پاس ہو کر میری بات سنو۔ جس وقت وہ پاس بیٹھے تو پہلے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اب میں رسول مقبول ﷺ سے نہیں مل سکتا اس لئے میں تمہارے ذریعہ سے رسول کریم ﷺ سے مصافحہ کرتا ہوں۔ اور دوسری نصیحت میں یہ کرتا ہوں کہ میرے اعزاء کو کہہ دینا کہ میں مر رہا ہوں اور تمہیں یہ

وصیت کرتا ہوں کہ میں دنیا کی سب سے زیادہ قیمتی چیز یعنی محمد رسول اللہ ﷺ پیچھے چھوڑے جاتا ہوں ان کی حفاظت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا یہ کہا اور جان دے دی۔ [2] ان کو اپنی موت نظر آرہی تھی' بدن زخموں سے چُور تھا' ہڈیاں ٹوٹی ہوئی تھیں لیکن برداشت کا یہ حال تھا کہ کسی تکلیف کی طرف دھیان نہ تھا۔ دوسری طرف رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی ایک مثال ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح ان کا ہر شخص دوسرے کے لئے قربانی کرتا تھا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول رسول کریم ﷺ کے اشد ترین دشمنوں میں سے تھا۔ ایک دفعہ اس نے آپ کی شان میں گستاخی کی۔ آپ کو جب اس کا علم ہوا تو اس کا بیٹا آپ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ میرے باپ کو مارنا چاہیں اور اس کی سزا اس سے کم ہو بھی کیا سکتی ہے کیونکہ اس نے آپ کی شان میں گستاخی کی ہے تو مجھے حکم فرمائیں تا میں خود اس کی گردن اُڑا دوں اس لئے کہ اگر آپ نے کسی اور کو حکم دیا تو ممکن ہے کہ اسے دیکھ کر کبھی مجھے جوش آجائے اور میں اپنے باپ کا قاتل سمجھ کر اسے کوئی نقصان پہنچا دوں۔ [3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کتنا رحم تھا۔ وہ اس لئے اپنے باپ کو اپنے ہاتھ سے مارنا چاہتا ہے کہ مبادا اس کے ہاتھ سے کسی مسلمان بھائی کو نقصان پہنچے اور دل میں کسی اور بھائی کی برائی کا خیال پیدا ہو۔ ہر شخص کا باپ ہوتا ہے اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اپنے باپ کو اپنے ہاتھ سے مارنا کس قدر مشکل کام ہے۔ لیکن وہ اس لئے اپنے باپ کو مارنے پر آمادگی ظاہر کرتا ہے کہ تا کسی بھائی کی برائی کا خیال اس کے دل میں پیدا نہ ہو۔ لیکن افسوس ہے کہ اب مسلمانوں سے رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی صفت اُڑ چکی ہے۔ میں اپنے دوستوں کو بھی دیکھتا ہوں کہ وہ بھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑ پڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے بولنا چھوڑ دیتے ہیں مل کر کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں بلکہ خود بھی کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ چھوٹا سا معاملہ ہوتا ہے لیکن کہتے ہیں جب تک فلاں آدمی کو پیس نہ ڈالا جائے ہم چین نہیں لیں گے اور فلاں کو یوں سزا کیوں نہیں دی گئی۔ اتنا نہیں سوچتے کہ میرے ساتھ بھی ایسے واقعات ہوتے ہیں۔ کیا جو لوگ میرے خلاف باتیں کرتے ہیں میں ان کو پیس ڈالتا ہوں لیکن ان لوگوں کی تمام توجہ اسی بات کی طرف ہوتی ہے کہ ان کے مخالفوں کو پیس ڈالا جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے تھے کہ میں نے ایک دفعہ لڑکوں سے پوچھا کہ جو لڑکے قصور کرتے ہیں ان کا علاج کیا ہے۔ اس پر ایک لڑکے نے جواب دیا کہ بس اٹھتے بیٹھتے جوتی۔ آپ اس پر بہت ہنسا کرتے تھے اور فرماتے کہ اس نے یہ نہ سوچا کہ

کبھی مجھ سے بھی قصور ہو سکتا ہے- دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جس سے قصور یا غلطی نہ ہوتی ہو- اور غلطی یا قصور انسان کو سزا کا مستحق نہیں بناتا- جو چیز سزا کی مستحق بناتی ہے وہ تواتر قصور ہے- یا ایسا قصور جس سے بنی نوع انسان کا ایسا نقصان ہُوا ہو جس کا ازالہ ضروری ہو یا جس کے لئے شریعت نے حدود قائم کی ہوں- یا جس سے کسی کی ذات کو نہیں بلکہ خود سلسلہ کو نقصان پہنچتا ہو- گو ان میں بھی کسی حد تک عفو سے کام لیا جاتا ہے- باقی ذاتی جھگڑے ایسے نہیں ہوتے کہ انہیں اتنی اہمیت دی جائے- رسول کریم ﷺ سے کسی نے پوچھا- یا رسول اللہ کتنے قصور بھائی کے معاف کرنے چاہئیں- آپ نے فرمایا دن میں ستر بار [۴] اب ایسا کون انسان ہے جس کے اس کا بھائی دن میں ستر بار قصور کرے- کئی دن ایسے گذر جاتے ہیں کہ کوئی ہمارا ایک بھی قصور نہیں کرتا اور شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جس میں کوئی بھائی ایک یا دو قصور کرے- مگر رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے کہ دن میں ستر دفعہ معاف کرو- اس کا یہ منشاء تو یقیناً نہیں ہے کہ کوئی بات خواہ کیسی خطرناک ہی کیوں نہ ہو اس کا کوئی نوٹس ہی نہ لو لیکن یہ ضرور ہے کہ ایسے وقت دخل دو جب کوئی اور چارہ نہ رہے اور پھر بھی عفو اور نرمی سے کام لو- میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے جھگڑوں کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ارد گرد کے لوگ بھی کسی نہ کسی پارٹی میں شریک ہو جاتے ہیں یہ بہت خطرناک نقص ہے- رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سب مؤمن بھائی بھائی ہیں- [۵] اس لئے کسی کو کسی پارٹی میں شامل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اگر ایسا ہو تو کسی جھگڑے کا فیصلہ نہیں ہو سکے گا- فیصلہ کے لئے غیر جانبدار رہنا نہایت ضروری ہے- تو ایسے جھگڑوں میں بہت سا قصور ان لوگوں کو ہوتا ہے جو خواہ مخواہ حصہ لینے لگ جاتے ہیں- دوستوں کو چاہئے کہ جہاں کہیں بھی جھگڑا ہو مل کر جائیں اور فوراً تصفیہ کرا دیں اور یہی ذریعہ ہے جس سے جھگڑے طے ہو سکتے ہیں- اگر پارٹیاں بنائی جائیں تو پھر تصفیہ بہت مشکل ہو جاتا ہے- افسوس ہے کہ وہ صفت جو مسلمانوں کی حضرت موسیٰؑ نے توریت میں بیان کی اگر وہ بھی مسلمان میں نہ پائی جائے- اس پیشگوئی کے تو یہ معنے ہیں کہ یہ صفت نمایاں ہونی چاہئے- پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کی صفت اپنے اندر پیدا کریں- دشمن سے سختی اور دوستوں سے نرمی کا برتاؤ کریں تاکہ ہماری طاقت دشمنوں کے مقابلہ میں خرچ ہو آپس میں نہ ہو- آپس میں نرمی محبت اور پیار پیدا کرو- غیرت اور سختی دشمن کے مقابلہ میں خرچ کرو- میں تو سمجھتا ہوں کہ ہم میں لڑنے کی جو طاقت ہے وہ اگر ساری بھی جمع

کر لی جائے تو ہمارے دشمن اس قدر زیادہ ہیں کہ پھر بھی وہ ان کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اس کا کچھ حصہ اپنوں کے مقابل میں بھی ضائع کر دیا جائے تو پھر تو اور بھی نقصان ہو گا۔ کوئی فوج ایسی نہیں جو گولہ بارود اپنے ساتھیوں کے لئے ہی خرچ کرتی رہے اور پھر دشمن پر فتح یاب ہونے کی بھی امید رکھے۔

انسان کو خدا تعالیٰ نے محدود پیدا کیا ہے اس کی طاقتیں بھی محدود ہیں۔ جذبات وہ ذخیرے ہیں وہ سہارے ہیں جن پر کھڑا ہو کر انسان کام کر سکتا ہے اگر انہیں ضائع کر دیا جائے تو قوت بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ تعجب ہے کہ اس علمی زمانہ میں بھی لوگوں نے جذبات کی قوت کو نہیں سمجھا۔ محبت ' غیرت ' رحم ' لڑائی کی طاقت ' جذبہ انتقام یہ سارے اصل میں سہارے ہیں انجن ہیں جن سے جسم کی گاڑی چلتی ہے۔ ان کو ضائع کر کے مت سمجھو کہ ہم نے اپنا کیا نقصان کیا ہے۔ جس طرح انجن سے دھواں نکلنے سے سٹیم ضائع ہو جاتی ہے اسی طرح خواہ مخواہ غصہ ہونے سے بھی انسان کی قوت عملیہ کا ایک حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ ان معمولی باتوں کا بھی مستقبل پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ اگر ایک انسان کی زندگی کا انجن چالیس میل کی رفتار سے چلنا تھا تو ان ناواجب غصوں سے بیس میل ہی چلے گا۔ پس نادان ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ غصہ تو میں دوسرے شخص پر ہوا ہوں میرا اس سے کیا نقصان ہؤا وہ نہیں جانتا کہ وہ اپنی سٹیم ضائع کر رہا ہے۔ لڑائی سے دیگر نقصانات کے علاوہ اپنی قوت عملیہ کو بھی سخت نقصان پہنچتا ہے پس دوستوں کو چاہئے کہ وہ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی پیشگوئی کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ پیشگوئیوں کا پورا کرنا بھی فرض ہوتا ہے اور انسان کو خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ یہ جو مینارہ ہے جس پر قریباً اٹھارہ ہزار روپیہ خرچ آیا ہے یہ کس کام کے لئے ہے۔ یاد رکھو اس کا مقصد بھی محض ایک پیشگوئی کو پورا کرنا ہے۔ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ روپیہ ضائع کر دیا گیا۔ ان نادانوں سے پوچھو کہ تمہارا کیا گیا۔ جن لوگوں کا روپیہ خرچ ہؤا انہیں اگر حکم دیا جاتا کہ اس میں اپنے بدن کی ہڈیاں لگا دو تو وہ اس سے بھی دریغ نہ کرتے۔ اپنے کام کی ضرورت کو ہم سمجھتے ہیں یا تم۔ اپنے اموال میں اسراف سے بچنا ہمارا کام ہے نہ کہ تمہارا۔ جو ماں سے زیادہ چاہے وہ کٹنی ہوتی ہے۔ پس تمہیں ہمارے اموال کی کیا فکر ہے۔ جس طرح میرے ولایت جانے کے موقع پر ہماری نوے فی صدی جماعتوں نے تو مشورہ دیا کہ ضرور جانا چاہئے اور زیادہ لوگوں کو ساتھ لے جانا چاہئے۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب شور مچا رہے تھے کہ یہ ظلم ہے میں درخواست کرتا ہوں کہ

میاں صاحب کو اس سے روکا جائے۔ کوئی پوچھے بھلا تمہارا اس میں کیا حرج ہے قوم خود اپنی ضرورتوں کو بہت سمجھ سکتی ہے۔ تمہیں کیوں گھبراہٹ ہو رہی ہے اور جن کا روپیہ تھا انہیں کا مشورہ تھا کہ ضرور جانا چاہئے میں تو خود جانا بھی پسند نہ کرتا تھا۔ تو وہ دراصل نصیحت نہیں تھی بلکہ چڑانیوالی بات تھی۔ اسی طرح اس مینارہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ اس پر جو روپیہ خرچ ہُوا اس کا مقصد ایک عظیم الشان پیشگوئی کو پورا کرنا تھا۔ مجھے تو افسوس آتا ہے کہ اسے ہم اور زیادہ بلند نہ کر سکے اسے تو اتنا بلند ہونا چاہئے تھا کہ دنیا میں اس کی نظیر نہ ہوتی۔ یہ سو فٹ ہے فرانس میں ایک مینارہ سات سو فٹ کا ہے اور خواہش تھی کہ یہ ہزار فٹ کا ہوتا اور کیا تعجب ہے کہ آئندہ نسلیں اس کی بنیاد کو قائم رکھتے ہوئے اسے ایک ہزار فٹ ہی بلند کر دیں۔ تو یہ رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے مزے لے لے کر کہا کرتے تھے کہ کیا ہی لطف آئے گا جب سٹیشن سے ہی روشنی دیکھ کر ہر کوئی کہہ اٹھے گا کہ وہ مینارہ ہے۔ تو اس روپے کی ہستی کیا ہے ہمارے تو اگر اختیار میں ہوتا تو ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے اسے اتنا بلند بناتے کہ جالندھر اور لاہور سے یہ دکھائی دیتا۔ تو پیشگوئی کو پورا کرنا بہت بڑی بات ہے اور یہ اٹھارہ ہزار روپیہ صرف پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے ہی صرف کیا گیا ہے۔ اور مسیح موعود علیہ السلام نے اسے اتنی اہمیت دی ہے کہ اس میں صرف وہی لوگ حصہ لیں جو سو روپیہ چندہ دے سکیں اور اس پر ان کے نام لکھے جائیں تا ہمیشہ ان کی یادگار رہے۔ اور اب انجمن نے فیصلہ کر دیا ہے اور ایسے لوگوں کے نام لکھے جائیں گے۔ اگر کوئی اسے اسراف سمجھتا ہے تو اسے سوچنا چاہئے کہ کیا اسراف کرنے والوں کے نام اس طرح ہمیشہ کے لئے زندہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسراف کرنے والا تو چھپاتا ہے۔ مگر مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو اتنا قیمتی قرار دیا کہ فرمایا ان کے نام لکھے جائیں تا وہ ہمیشہ زندہ رہیں۔ تو پیشگوئی کو پورا کرنا بہت بڑا کام ہے اس لئے اگر اور نہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قرآن کریم کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے ہی اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ پر عمل کرو۔ اپنی طبائع میں اصلاح کرو میں کسی خاص واقعہ سے قادیان والوں کو ہی نہیں بلکہ ہر جگہ کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ہمیں اتنی فرصت ہی نہیں کہ آپس میں لڑتے رہیں۔ چھوٹا اور معمولی اختلاف بھی خطرناک ہے کیونکہ وہ بیج ہے اس لئے اسے بھی فوراً طے کرانا چاہئے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے منشاء کے مطابق چلنے کی

توفیق دے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ قرآن کریم اور پہلے انبیاء کی پیشگوئیوں کو پورا کر کے اس کے فضلوں کے وارث ہو سکیں۔ آمین۔

(الفضل ۹ / نومبر ۱۹۲۸ء)

۱۔ بخاری کتاب المناقب باب قول النبی ﷺ لوکنت متخذا خلیلا۔
۲۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد ۲ صفحہ ۲۷۷ مطبوعہ بیروت ۱۳۷۷ھ
۳۔ ابن جریر۔ تفسیر سورۃ المنافقون زیر آیت یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ
۴۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۱۱
۵۔ بخاری کتاب المظالم باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ۔